اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّ لْیَبْکُوْا کَثِیْرًا ج جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (التوبہ:82)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

بکاءٌ کا لغوی معنیٰ:

بُکَاءٌ عربی زبان کا ایک لفظ ہے جو قرآن مجید میں بھی استعمال ہوا اور حدیث مبارکہ میں بھی۔ اس کا لفظی معنیٰ ہے، رونا۔ یہ لفظ دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ اگر قصر کے ساتھ بُکَاءٌ ہو تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے، فقط آنسوؤں کا نکلنا۔ اور اگر مد کے ساتھ ہو، بُکَاءٌ تو پھر اس کا معنی ہوتا ہے آواز بھی نکالنا اور رونا بھی۔ چنانچہ فرمایا:

وَهُوَ بِالْقَصْرِ خُرُوْجُ الدَّمْعِ فَقَطْ وَ بِالْمَدِّ خُرُوْجُ الدَّمْعِ مَعَ الصَّوْتِ

اصطلاحی تعریف:

اصطلاحاً، جب انسان کے دل پر کوئی خوف ہوتا ہے یا حزن ہوتا ہے تو اس کے اظہار کی وجہ سے آنکھوں سے جو پانی نکلتا ہے، اس کو رونا کہتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

اِرَاقَةُ الدُّمُوْعِ مِنْ اَثَرِ الْخَوْفِ مِنَ اللّٰهِ اَوْ لِلتَّعْبِيْرِ عَنْ حُزْنٍ فِي الْفُؤَادِ

تو غم سے بھی آنسو نکلتے ہیں اور خوف سے بھی آنسو نکلتے ہیں۔

رونے کی اقسام:

علما نے اس رونے کو تفصیل سے بیان کیا اور بتایا کہ رونے کی سات اقسام ہیں۔

عَنْ يَزِيْدِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: اَلْبُكَاءُ مِنْ سَبْعَةِ اَشْيَاءَ

''یزید بن میسرہؒ فرماتے ہیں: رونا سات وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے۔''

(۱) خوشی کی وجہ سے رونا:

اَلْبُكَاءُ مِنَ الْفَرَحِ

''خوشی کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو آ جانا۔'' جیسے:

باپ کو اطلاع ملے کہ آپ کا بیٹا ہوا ہے تو خوشی سے آنسو آ جاتے ہیں،

طالب علم کو اطلاع ملے کہ جناب! آپ پورے جامعہ میں فرسٹ آ گئے تو خوشی سے آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔

یعنی جب کوئی بھی (غیر متوقع) نعمت ملتی ہے تو خوشی کی بنا پر انسان کی آنکھوں میں سے آنسو آ جاتے ہیں۔

(۲) غم کی وجہ سے رونا:

اَلْبُكَاءُ مِنَ الْحُزْنِ

''غم کی وجہ سے رونا''۔ جب بھی کسی بندے پر کوئی مصیبت آتی ہے تو آنکھوں میں سے آنسو آ جاتے ہیں۔ مثلاً

کسی کو کاروبار میں (نقصان) ہو گیا، آنکھوں میں آنسو،

کوئی بچہ فیل ہو گیا، آنکھوں میں آنسو،

ماں کا بیٹا فوت ہو گیا، آنکھوں میں آنسو۔

جب دل محزون ہوتا ہے تو پھر آنکھیں برسنے لگ جاتی ہیں۔ جیسے انسان کسی ایسے شخص کو یاد کرے جس سے بہت محبت ہو تو اسے یاد کرنے سے بھی آنسو آجاتے ہیں۔

حضرت بلالؓ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کے بعد مسجد نبوی میں اذان دینا بند کر دی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے میں اذان دیتا تھا تو اپنے آقا ﷺ کا دیدار بھی کرتا تھا۔ اب میں اذان دونگا اور دیدار نہ کرسکوں گا تو یہ غم مجھ سے برداشت ہی نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اذان ہی نہ دی۔

جب بیت المقدس فتح ہوا تو صحابہؓ کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ محبوب ﷺ کا موذن اس قبلہ کے اندر بھی اذان دے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حکم فرمایا۔ حضرت بلالؓ کے لیے انکار کرنے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ لہٰذا حکم کی تعمیل کی۔ اور دوسری اذان کا واقعہ حضرت شیخ الہندؒ نے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواب میں بلالؓ کو نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''بلال! کتنی سردمہری ہے کہ ہمیں ملنے ہی نہیں آتے۔''

بس یہ غم ایسا تھا کہ تڑپ گئے اور جب آنکھ کھلی تو بیوی سے کہا: ابھی تیاری کرو۔ چنانچہ تیاری کر کے شام سے مدینہ کی طرف نکل پڑے۔

جب مسجد نبوی میں آئے تو پہلے صحابہؓ نے کہا: جی! آپ اذان دے دیں۔ لیکن بلالؓ نے ان کو انکار کر دیا۔ پھر حسن و حسینؓ، دونوں شہزادے تشریف لائے۔ انہوں نے بھی آ کے فرمائش کی کہ ہمیں نانا جان کے زمانے کی اذان سنائیں۔ اب ان کی یہ فرمائش ایسی تھی کہ انکار کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ چنانچہ دوسری اذان انہوں نے اس وقت کہی۔

کہتے ہیں کہ جب انہوں نے اذان دینی شروع کی تو صحابہؓ کے دلوں میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد تازہ ہوگئی۔ دل تڑپ گئے کہ ایک زمانہ تھا کہ جب آقا ﷺ موجود تھے، اذان ہوا کرتی تھی، ہم انتظار

میں ہوتے تھے کہ وہ نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائیں گے۔ چنانچہ محبوب ﷺ کی یاد میں صحابہؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

جب اذان کی آواز گھروں تک پہنچی تو گھر کی عورتیں حیران ہوئیں کہ یہ تو بلال کی اذان ہے۔ چنانچہ انہوں نے بھی سروں پر چادریں لیں اور وہ بھی مسجد نبوی کے باہر پہنچ گئیں۔ اب اندر مرد رو رہے ہیں اور باہر عورتیں رو رہی ہیں اور معاملہ اس وقت عجیب بنا جب ایک عورت نے اپنے بیٹے کو اٹھایا ہوا تھا اور اس بیٹے نے اپنی ماں سے یہ پوچھا: ''امی! بلالؓ تو کچھ عرصے کے بعد واپس آ گئے ہیں، بتاؤ! نبی علیہ السلام کب واپس آئیں گے۔'' اللہ اکبر کبیرا

یہ حزن کے آنسو کہلاتے ہیں۔

(۳) وَالْفَزَعِ

وَالْفَزَعِ ''ڈر کی وجہ سے آنسو'' ڈر کسی بھی قسم کا ہوسکتا ہے۔ مثلاً جان، مال یا عزت کے جانے کا ڈر ہو یا کسی بھی قسم کے نقصان کا خدشہ ہو تو آنسو آ جاتے ہیں۔

بعض دفعہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ کوئی غلطی یا نقصان کر دے تو رونا شروع کر دیتا ہے کیونکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ اب مجھے امی ابو ماریں گے۔ اسی طرح چھوٹے بچے کو ڈاکٹر ٹیکہ دکھائے تو وہ رونا شروع کر دیتا ہے، اس لیے کہ درد ہوگا۔ حالانکہ درد ابھی ہوا نہیں اور اتنا زیادہ ہوتا بھی نہیں، مگر ٹیکے کا خوف اتنا ہوتا ہے۔

(۴) ریا کی وجہ سے رونا:

وَالرِّيَاءِ۔ ''ریا کی وجہ سے آنسو''۔ ''دکھاوے کے آنسو''۔ ان کو مگرمچھ کے آنسو کہا جاتا ہے۔ کروکوڈائل ٹیئرز۔ اس کی دلیل قرآن عظیم الشان سے سنیے۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا۔مگر ڈالنے کے بعد پھر کام کیا کیا؟

وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ (یوسف:16)

''وہ عشا کے وقت باپ کے پاس روتے آئے''

یہ جھوٹ موٹ اور دکھاوے کا رونا تھا۔

(۵) درد کی وجہ سے رونا:

وَالْـوَجْـعِ ''درد کی وجہ سے رونا''۔بندے کو کہیں بھی چوٹ لگے تو آنکھوں میں سے آنسو آجاتے ہیں کیونکہ درد جو ہو رہی ہوتی ہے۔کبھی گردے کے درد والے مریض کو دیکھیں درد سے اس کی کیا حالت ہوتی ہے!ایسی حالت میں آنسوؤں کو روکنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(٦) شکر کی وجہ سے رونا:

وَالشُّـكْـرِ ''شکر کی وجہ سے رونا''۔بسا اوقات تشکر کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے:یا اللہ!تو نے مجھے بن مانگے کیا کیا نعمتیں عطا کی ہیں۔

ایک اللہ والے جارہے تھے۔انہوں نے ایک پتھر کو روتے ہوئے دیکھا۔تو اس سے پوچھا:تم کیوں رو رہے ہو؟اس نے جواب دیا:میں نے سنا ہے کہ جہنم میں پتھروں کو ڈالا جائے گا،مجھ پر یہ خوف غالب ہے کہ کہیں میں بھی انہی پتھروں میں سے نہ ہوں،اس لیے میں رو رہا ہوں۔انہوں نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:اے اللہ!اس پتھر کو جہنم میں نہ ڈالیے گا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور انہوں نے پتھر کو بتا دیا کہ تو جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا اور وہاں سے چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ کچھ عرصے کے بعد ان کا جب دوبارہ وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ پتھر پھر

رو رہا تھا۔انہوں نے پوچھا: جی! اب رونے کا کیا مطلب؟ تو اس نے کہا:

”ذٰلِكَ بُكَاءُ الْخَوْفِ وَ هٰذَا بُكَاءُ الشُّكْرِ وَالسُّرُوْرِ“

”وہ خوف کا رونا تھا اور یہ شکر اور سرور کا رونا ہے۔“

(۷) خشیتِ الٰہی کی وجہ سے رونا:

وَبُكَاءٌ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

”خشیتِ الٰہی کی وجہ سے آنسو نکلنا“۔ واقعی! جب انسان اللہ رب العزت کی عظمتوں کو یاد کرتا ہے اور اپنے اعمال پر نظر ڈالتا ہے تو اس کی آنکھوں میں سے آنسو آ جاتے ہیں۔ سوچتا ہے کہ میں کہیں محروم نہ ہو جاؤں۔

ام المومنین سیدہ حفصہؓ فرماتی ہیں: میں اپنے والد عمرؓ کے گھر میں تھی۔ نبی علیہ السلام میرے پاس وہاں تشریف لے آئے۔ جب دیر ہوگئی تو ارادہ کیا کہ یہیں سو جاتے ہیں۔ پھر نبی ﷺ میرے بستر پر آ کر لیٹ گئے۔

فرماتی ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ جیسے میرے رخسار پر کوئی گرم گرم سی چیز ہے۔ جب میں نے غور کیا تو وہ آنسو تھے۔ میں فوراً اٹھ بیٹھی۔ چونکہ دونوں ایک ہی تکیے پر سر رکھ کر سو رہے تھے اس لیے محسوس کیا کہ محبوب ﷺ کے مبارک آنسو تکیے پر گر رہے تھے اور وہ گیلا پن ان کو محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے چونک کر پوچھا:

مَا يُبْكِيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟

”اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟“

تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم نے سنا نہیں کہ تمہارا بھائی صحن میں تہجد پڑھ رہا ہے اس نے ابھی قرآن کی کون سی آیت پڑھی ہے؟ فرماتی ہیں کہ جب میں نے غور کیا تو عبداللہ بن عمر تہجد کی نماز میں پڑھ رہے تھے

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُوْنَ (المطففین:15)

''ہرگز نہیں، یہ لوگ قیامت کے دن اللہ رب العزت سے حجاب میں ہوں گے۔''

یعنی ان کو اللہ رب العزت کا دیدار نصیب نہیں ہوگا۔ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ مضمون سنا تو آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو آ گئے کہ یہ کتنی بدنصیبی ہے کہ انسان اللہ رب العزت کے دیدار سے قیامت کے دن محروم ہو جائے گا۔

بکاء کا حکم:

بکاء کا حکم کیا ہے؟ بکا کا حکم یہ ہے کہ کچھ بکا اچھی ہیں اور کچھ بکا ٹھیک نہیں۔

اَلْبُكَاءُ بَيْنَ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ

چنانچہ اگر تو بندہ! اپنے گناہوں کو یاد کر کے روئے

☆ اللہ رب العزت کی عظمت کو سامنے رکھ کر روئے

☆ احساس تشکر کی وجہ سے روئے،

☆ قران مجید میں تدبر کی وجہ سے روئے،

تو یہ ساری بکا محمود کہلاتی ہیں اور اگر ریا کی وجہ سے روئے تو یہ مذموم کہلائے گی۔ خلاف شرع کہلائے گی۔

باقی یہ انسان کی فطرت ہے کہ غم آتا ہے یا جدائی ہوتی ہے تو آنکھوں سے آنسو آجاتے ہیں۔اللہ کے پیارے حبیب ﷺ اپنے پیارے صاحب زادے سیدنا ابراہیم h کو دفن فرما رہے ہیں اور مبارک آنکھوں میں آنسو ہیں۔تو ایک صحابیؓ پوچھتے ہیں:اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو فرمایا:

اَلْقَلْبُ یَحْزُنُ وَالْعَیْنُ تَدْمَعُ وَاَنَابِفِرَاقِكَ یَاِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ

”دل مغموم ہے،آنکھوں سے آنسو چھلک رہے ہیں اور اے ابراہیم ! تیری جدائی میں ہم بہت مغموم ہیں۔“

مبارک ہو اس شخص کو:

ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

طُوْبٰی لِمَنْ مَلَكَ نَفْسَهٗ وَ وَسِعَهٗ بَیْتُهٗ وَبَکٰی عَلٰی خَطِیْئَتِهٖ

”مبارک ہو اس شخص کو جس کا نفس اس کے قابو میں ہو،اس کا گھر وسیع ہو،اور اس کو اپنے گناہوں پر رونا آتا ہو۔“

اس حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس بندے میں تین خوبیاں ہوں اس کو مبارک ہو۔

(ا) جو اپنے نفس پر کنٹرول رکھتا ہو۔اپنے اندر کی غلط قسم کی Temptation (طلب) کی مزاحمت کرنے کی پاور رکھتا ہو۔

(۲) اس کا گھر ایسا ہو کہ باہر نکلنے کو اس کا دل ہی نہ کرے۔ نکلے تو بامقصد نکلے۔کئی ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ انہوں نے روڈ کا لائسنس بنوایا ہوتا ہے۔ان کی زندگی کا اکثر وقت ہی سڑکوں اور گلیوں میں گزرتا

ہے۔

(۳) وہ اپنی خطاؤں پر شرمندہ ہو کر روئے۔ کیونکہ اپنی خطاؤں کو یاد کر کے رونا بہت ہی محبوب چیز ہے۔ اس سے انسان کا دل دُھلتا ہے اور گناہ ختم ہوتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے لیے سخت ترین دن:

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَلَمْ اَرَكَا لْيَوْمِ فِيْالْخَيْرِ وَ الشَّرِ، وَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا، قَالَ: فَمَا اَتٰى عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمٌ اَشَدُّ مِنْهُ، قَالَ غَطُّوْا رُءُوْسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ

”مجھے جنت اور جہنم دکھائی گئی۔ آج کے دن کی طرح میں نے خیر اور شر نہیں دیکھا (یعنی جنت سے زیادہ کوئی خیر نہیں اور جہنم سے زیادہ کوئی شر نہیں)۔ جو میں جانتا ہوں، اگر تم جان لیتے تو تم زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے۔ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے صحابہ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں تھا۔ بس نبی علیہ السلام نے یہ بات کہی تو صحابہؓ نے اپنے سر ڈھانپ لیے اور سسکیوں کی ساتھ ان کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔“

جب صحابہؓ نبی علیہ السلام سے بات سنتے تھے تو ان کے دل کی کیفیت فوراً ایسے ہو جاتی تھی۔

جہنم سے محفوظ دو آنکھیں:

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

عَيْنَانِ لَاتَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ عَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ

اللّٰہِ ’’دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی: وہ آنکھ جو اللہ رب العزت کی خشیت میں روئی ہو، اور وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے (رات کو) جاگی ہو۔‘‘

سبحان اللہ! اللہ کی خشیت کی وجہ سے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے رونا، اللہ کو بہت پسندیدہ ہے۔

رونا اللہ تعالیٰ کو کیوں پسند ہے؟

یہاں ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اللہ کی خشیت کی وجہ سے رونا اس قدر کیوں پسندیدہ ہے؟ تو بھئی! سنیے کہ اس قدر پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز کہیں نہ ملتی ہو تو اس کی پرائس (قیمت) زیادہ بن جاتی ہے۔ اور اگر بیرون ملک کی چیز ہو تو پھر اور بھی مہنگی ملتی ہے۔ کیونکہ وہ امپورٹڈ چیز ہوتی ہے۔

ایک بندہ کوئی سیٹی خرید کر لایا۔ پوچھا گیا: بھئی! اتنا مہنگا کیوں خریدا ہے؟ جواب ملا: جی! امپورٹڈ چیز مل رہی تھی اس لیے میں نے زیادہ پیسے دے کر خرید لی۔ گویا دنیا کا دستور ہے کہ امپورٹڈ چیز کو زیادہ پیسے دے کر خریدتے ہیں۔

اب ذرا سنیے۔ یہ جو گنہگار اور خطا کار کے آنسو ہیں، یہ آسمان سے اوپر کی دنیا کے لیے امپورٹڈ چیز کی مانند ہیں۔ فرشتے عبادت کر سکتے ہیں لیکن ندامت کا رونا نہیں رو سکتے۔ عرش کے اوپر یہ جنس نہیں ہے۔ یہ نعمت وہاں نہیں ہے۔ لہٰذا جب کسی بندے کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو نکلتے ہیں تو فرشتے ان کو امپورٹڈ چیز کی مانند اٹھا کر اللہ کے حضور پیش کر دیتے ہیں۔

موتی سمجھ کر شانِ کریمی نے چن لیے قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

رب کے خزانوں میں چار چیزوں کی کمی!!!

ایک مجذوب ایک شعر پڑھتے تھے:

چہار چیز آوردہ ام شاہا در گنج تو نیست

’’اے اللہ! چار چیزیں میرے پاس ایسی ہیں جو تیرے خزانے میں بھی نہیں ہیں۔‘‘

لوگ سن کر حیران ہوتے کہ یہ مجذوب کیا کہتا پھر رہا ہے۔ وہ بس یہی ایک ہی مصرعہ پڑھتا رہتا تھا۔ ایک نوجوان ان کے پیچھے لگ گیا کہ پوچھیں تو سہی کہ آخر یہ کہتا کیا ہے۔ جب اس نے پوچھا تو اس نے بتانے سے صاف انکار کر دیا۔ ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ مگر کچھ لوگ لسوڑھے کی گٹھلی کی طرح ہوتے ہیں۔ ان سے جان چھڑانا مشکل ہوتا ہے۔ یہ بھی ایسے ہی پیچھے پڑ گیا۔ حتی کہ اس مجذوب نے اپنا شعر مکمل پڑھ کے سنایا:

چہار چیز آوردہ ام شاہا در گنج تو نیست نیستی و حاجت و عذر و گناہ و آوردہ ام

کہ میرے پاس نیستی ہے، آپ کے پاس نیستی نہیں ہے، میرے پاس محتاجی ہے آپ کے پاس محتاجی نہیں ہے، میں عذر پیش کرتا ہوں اور آپ کو کسی کے سامنے عذر پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور میں خطا کر بیٹھتا ہوں، اے پروردگار! آپ کا خزانہ ان چیزوں سے خالی ہے۔

واقعی! یہ ندامت کے آنسو ایسی چیز ہیں کہ جو اوپر کے خزانوں میں نہیں ہے۔ اس لیے یہ اللہ کو بڑے پسند ہیں۔ یوں سمجھیں کہ امپورٹڈ چیز کی طرح اللہ تعالیٰ ان کا خوب ریٹ لگاتے ہیں۔

چشمہ اور چشم کے پانی میں فرق:

’’عین‘‘ کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک، چشمہ کے لیے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (المطففین:28)

اور دوسرا چشم کے لیے۔یعنی آنکھوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

چشمے سے بھی پانی نکلتا ہے اور چشم میں سے بھی پانی نکلتا ہے۔لیکن دونوں کے پانی میں فرق ہوتا ہے۔

☆ جو چشمے سے نکلا وہ پانی کہلایا اور جو چشم سے نکلا وہ آنسو کہلایا،

☆ جو چشمہ سے نکلا اس نے جسم کی پیاس بجھائی اور جو چشم سے نکلا اس نے روح کی پیاس کو بجھایا۔

☆ جو چشمہ سے نکلا اس سے دنیا کے گلشن آباد ہوئے اور جو چشم سے نکلا اس سے من کے گلشن آباد ہوئے۔

☆ جو چشمہ سے نکلا اس نے ظاہر کی گندگی کو دھوڈالا اور جو چشم سے نکلا اس نے من کی گندگی کو دھوڈالا۔

☆ جو چشمہ سے نکلا اس نے دنیا کی آگ کو بجھاڈالا اور جو چشم سے نکلا اس نے جہنم کی آگ کو بجھاڈالا۔

دل کیسے دھلتا ہے؟

ایک مرتبہ ابراہیمؑ کی طرف وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میرے پیارے ابراہیم! تو اپنے دل کو دھولیا کر۔''

ابراہیمؑ حیران ہوکر پوچھتے ہیں: اللہ! پانی تو وہاں پہنچتا نہیں، میں اپنے دل کو کیسے دھوؤں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''میرے خلیل! یہ دل دنیا کے پانی سے نہیں دھلتا، یہ تو ندامت سے نکلے ہوئے آنسوؤں سے دھلا کرتا ہے۔''

کاش! ہمارا بھی کوئی ایک آنسو ایسا ہو جو ہمارے مالک کو پسند آجائے

ادھر نکلے ادھر ان کو خبر ہو کوئی آنسو تو ایسا معتبر ہو

کوئی ایک معتبر آنسو ہی آنکھ سے نکال جاتے۔تڑپ کے روتے۔ندامت کے ساتھ روتے اور مالک کو ترس آجاتا۔

اس حدیث مبارکہ میں آگے فرمایا:

وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

’’اور وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں رات کو پہرہ دینے کے لیے جاگی۔‘‘

اللہ رب العزت ایسی آنکھ پر بھی جہنم کی آگ کو حرام فرما دیتے ہیں۔سبحان اللہ!

اللہ کے لیے رونے کی فضیلت:

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ

’’جہنم کی آگ،اللہ کے لیے رونے والے بندے کو چھو نہیں سکتی جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس نہ چلا جائے۔‘‘

اب دودھ تو تھنوں میں واپس جا نہیں سکتا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ رونے والے بندے کو جہنم کی آگ چھو نہیں سکے گی۔اور آگے فرمایا:

وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ

’’اور جس جسم پر اللہ کے راستے کی مٹی لگ گئی ہوگی اس کے اوپر جہنم کی آگ جمع نہیں ہوگی۔‘‘

دومحبوب قطرے اوردومحبوب نشان:

ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا:

لَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَ اَثَرَيْنِ قَطْرَةٌ مِنْ دَمُوْعٍ فِيْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ قَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اَمَّا الْاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اَثَرٌ فِيْ فَرِيْضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ

’’کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کو دوقطروں سے زیادہ اور دونشانوں سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ایک تو آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہایا گیا ہو۔اور جو دونشان ہیں (وہ یہ ہیں) ایک وہ جو نشان اللہ کے راستے میں لگا ہو اور دوسرا وہ نشان جو اللہ کے فرائض ادا کرتے وقت لگے۔‘‘

جیسے بعض لوگوں کو التحیات میں بیٹھنے کی وجہ سے ٹخنوں پہ نشان پڑ جاتے ہیں، گھٹنوں پر بھی نشان پڑ جاتا ہے۔سجدے کی جگہ یعنی پیشانی پر نشان پڑ جاتا ہے۔یہ فرض ادا کرتے ہوئے جو نشان پڑا، یہ میرے مالک کو بہت پیارا لگتا ہے۔

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا:

مَن ذَكَرَ اللّٰهُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتىٰ يُصِيْبَ الْاَرْضَ مِنْ دَمُوْعِهٖ لَمْ يُعَذِّبْهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

’’جو بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں حتیٰ کہ وہ آنسو زمین پر پہنچ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بندے کو کبھی عذاب نہیں دے گا۔‘‘ سبحان اللہ!

آنکھیں بہہ پڑیں اور دل تڑپ گئے:

عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں

وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا بَعْدَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَ وَجِلَتْ مِنْهُ الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَبِمَاذَا تَعْهَدُ اِلَيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ وَ اِنْ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ فَاِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا، وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتُ الْاُمُوْرِ فَاِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ اَدْرَكَ ذَالِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ

’’ایک دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں فجر کی نماز کے بعد وعظ فرمایا۔ وہ بڑا موثر وعظ تھا، آنکھیں بہہ پڑیں اور دل تڑپ گئے۔ ایک صاحب نے سن کر کہا: یہ تو کوئی الوداعی وعظ لگتا ہے (جیسے کوئی وصیت کے رنگ میں نصیحت کرتا ہے)...... پھر نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اور سنو اور عمل کرو (سنو اور مانو) اگرچہ تمہارا امیر کوئی حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو کوئی لمبی عمر والا ہوا، وہ میرے بعد (امت میں) بڑے اختلافات دیکھے گا۔ اور تم بدعات (نئی نئی چیزوں) سے بچو کہ وہ گمراہی ہے۔ جو ایسا وقت پالے اس کو چاہیے کہ وہ میری سنت پر بھی عمل کرے اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت پر بھی عمل کرے۔ تم ان صحابہ کے عمل کو اپنے دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ لو۔‘‘

خلفائے راشدین کا عمل سنت ہے:

اب یہاں ایک نکتہ سمجھیے کہ نبی علیہ السلام نے خلفائے راشدین کے عمل کے لیے سنت کا لفظ ارشاد

فرمایا۔فرمایا:

وَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ

یہ حدیث مبارکہ اس پر دلیل ہے۔اسی وجہ سے ہم اپنے آپ کو اہلِ سنت والجماعت کہتے ہیں ۔کیا مطلب؟ کہ ہم نبی علیہ السلام کی سنت پر بھی عمل کرتے ہیں اور صحابہ j کی جماعت کی طرف سے اگر کوئی عمل ثابت ہو تو ہم اس پر بھی عمل کرتے ہیں۔کیوں؟ اس لیے کہ وہ بھی سنت ہے، نبی علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ

آج کل انٹرنیٹ کا دین آ گیا ہے۔وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں: ہم کسی کی نہیں مانتے۔وہ کہتے ہیں: بیس رکعت تراویح حضرت عمرؓ کی بدعت ہے۔

اب ان کا مبلغ علم دیکھیں کہ نبی علیہ السلام تو عمرؓ کے عمل کو سنت کا نام دیں اور یہ انٹرنیٹ سے دین سیکھنے والا ان کے عمل کو بدعت کہتا ہے۔

فَمَا لِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (النسآء:78)

جہنم سے کیسے بچیں؟

زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! بِمَ اتَّقِي النَّارَ؟

''ایک آدمی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! ہم جہنم کی آگ سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

کتنا پیارا سوال پوچھا! ٹو دی پوائنٹ سوال کیا۔

قَالَ: بِدُ مُوْعِ عَيْنَيْكَ، فَإِنَّ عَيْنًا بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ لَا تَمَسُّهَا النَّارُ اَبَدًا

’’نبی علیہ السلام نے فرمایا: اپنی آنکھ سے نکلے ہوئے آنسوؤں کے ذریعے۔ جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکلتا ہے، اس آنکھ کو جہنم کی آگ چھو بھی نہیں سکے گی۔‘‘

سبحان اللہ! کتنی وضاحت اور صراحت کے ساتھ بتایا گیا لیکن اگر آج ہماری آنکھوں کے چشمے خشک ہیں تو یہ ہمارے لیے بہت بڑا الارم ہے۔ خطرے کا نشان ہے۔ اور اگر کوشش کے باوجود بھی آنکھوں سے آنسو نہیں آتے تو

فَإِنَّهَا مِنْ اَعْظَمِ الْمَصَائِبِ

’’یہ عظیم مصیبت ہے‘‘

جب دل کی بجائے سینے میں سل ہو تو پھر آنکھوں سے کچھ نہیں نکلا کرتا۔ یہ دل کی سختی انسان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو نکلنے سے روک دیتی ہے۔ اور جب سینوں میں دل ہوتا ہے تو پھر آنکھ سے آنسو بھی نکلتے ہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ لَا تَمَسُّهَا النَّارُ اَبَدًا

’’جہنم کی آگ اس آنکھ کو چھو ہی نہیں سکتی جو اللہ کی خشیت کی بنا پر روتی ہے۔‘‘

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی علیہ السلام کا یہ فرمان پہنچا۔

مَامِنْ قَطْرَةٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ قَطْرَةٍ مِّنْ دَمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَقَطْرَةِ دمُوْعٍ قَطرَتْ مِنْ عَيْنِ رَجُلٍ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

''اللہ کے راستے میں خون کا جو قطرہ بہتا ہے اس سے زیادہ کوئی قطرہ اللہ کو پسند نہیں۔ اور وہ آنسو کا قطرہ جو رات کے آخری پہر میں کسی مومن بندے کی آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے نکلا ہو، اللہ کو وہ قطرہ بہت پسند ہے۔''

رونے والا ایک، بخشش سب کی!!!

حضرت نضرؓ ایک صحابی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

مَا اِغْرَوْرَقَتْ عَيْنَا عَبْدٍ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ جَسَدَهَا عَلَى النَّارِ فَاِنْ فَاضَتْ عَلٰى خَدِّهٖ لَمْ يَرْهَقْ وَجْهَهٗ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ وَلَوْ اَنَّ عَبْدًا بَكٰى فِيْ اُمَّةٍ مِنَ الْاُمَمِ لَاَنْجَى اللّٰهُ بِبُكَاءِ ذٰلِكَ الْعَبْدِ تِلْكَ الْاُمَّةَ مِنَ النَّارِ وَ مَا مِنْ عَمَلٍ اِلَّا لَهٗ وَزْنٌ اَوْ ثَوَابٌ اِلَّا الدَّمْعَةَ فَاِنَّهَا تُطْفِئُ بُحُوْرًا مِّنَ النَّارِ

''جب کسی کی آنکھ سے آنسو اللہ کی خشیت کی وجہ سے نکلتا ہے تو آنسو کے نکلتے ہی اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم کی آگ پر حرام فرما دیتے ہیں۔ اگر وہ آنسو اس کے رخسار کے اوپر بہہ پڑے تو ایسے چہرے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلیل و رسوا نہیں فرمائیں گے اور اگر کسی بڑی جماعت میں سے کوئی ایک بندہ روتا ہے تو اس ایک بندے کے رونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پوری جماعت کو جہنم کی آگ سے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔ (سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کتنے قدر دان ہیں کہ اگر پوری جماعت میں سے ایک بندہ بھی رو پڑتا ہے تو اس ایک کی برکت سے پاس بیٹھنے والے بھی محروم نہیں رہتے) ہر عمل کا وزن ہوتا ہے اور ہر عمل کا ثواب ہوتا ہے، سوائے انسان کے ندامت سے نکلے ہوئے آنسوؤں کے، اس لیے کہ آنسو کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کے سمندروں کو بجھا دیتے ہیں۔''

اللہ اکبر! آنسو کا ایک قطرہ جہنم کی آگ کے سمندروں کو بھی بجھا دیتا ہے۔

ندامت کے آنسوؤں کا وزن:

حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

بَلَغنَا اَنَّ الْبَاكِي مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ لَا يَقْطُرُ مِنْ دَمُوْعِهٖ قَطْرَةٌ عَلَى الْاَرْضِ حَتّٰى تُعْتَقُ رَقَبَتُهٗ مِنَ النَّارِ وَلَوْ اَنَّ بَاكِيًا بَكٰى فِيْ مَلَاءٍ مِنْ مَلَاءٍ لَرُحِمُوْا جَمِيْعًا بِبُكَائِهٖ وَلَيْسَ شَيْءٌ اِلَّا لَهٗ وَزْنٌ اِلَّا الْبُكَاءُ فَاِنَّهٗ لَا يُوْزَنُ

’’یہ بات ہمیں پہنچی ہے کہ جو اللہ کی خشیت کی وجہ سے روتا ہے، اس کے آنسو کا قطرہ زمین پر نہیں گرتا، مگر یہ کہ اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جاتی ہے۔ اور اگر کسی جماعت میں سے کوئی ایک بندہ بھی رویا تو اللہ اس ایک کے رونے کی وجہ سے سب پر رحم فرما دیتے ہیں۔ اور ہر چیز کا وزن ہوتا ہے، سوائے گنہگار کے آنسوؤں کے، کہ میزان کے اندر ان آنسوؤں کے وزن کو تولا ہی نہیں جا سکتا۔‘‘ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام فرماتے کہ ہم بندے کے ہر عمل کو تولتے ہیں سوائے گنہگار کے آنسوؤں کے، کہ ان کو ہم میزان میں تول ہی نہیں سکتے۔ وہ میزان میں اتنے بھاری ہوتے ہیں

زیادہ ہنسنے کی مذمت:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

خَرَجَ نَبِيٌّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاِذَا قَوْمٌ يَتَحَدَّثُوْنَ وَ يَضْحَكُوْنَ فَوَقَفَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ قَالَ: اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَاذِمِ اللَّذَّاتِ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ ذَالِكَ مَرَّةً اُخْرٰى فَاِذَا قَوْمٌ يَضْحَكُوْنَ قَالَ اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ

قَلِيلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَ لَمَّا اَرَادَ الْخَضِرُ اَنْ يفَارِقَ مُوسٰى قَالَ لَهُ عِظْنِي قَالَ يَا مُوسىٰ اِيَّاكَ وَاللِّجَاجَةَ وَ لَا تَمْشِ بِغَيْرِ حَاجَةٍ، وَلَا تَضْحَكْ مِنْ غَيْرِ عُجُبٍ وَ لَا تُعَيِّرِ الْخَطَّائِيْنَ بِخَطَايَاهُمْ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ وَ قَالَ ﷺ كَثْرَةُ الضَّحِكَ تُمِيْتُ الْقَلْبِ وَ قَالَ ﷺ مَنْ ضَحِكَ لِشَبَابِهٖ بَكٰى لِهَرَمِهٖ وَ مَنْ ضَحِكَ لِغَنَاهُ بَكٰى لِفَقْرِهٖ وَ مَنْ ضَحِكَ لِحَيَاتِهٖ بَكٰى لِمَوْتِهٖ

”ایک دن نبی علیہ السلام مسجد سے باہر تشریف لائے۔کچھ لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔نبی علیہ السلام وہاں کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا۔پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا:لذتوں کو توڑنے والی چیز (یعنی موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو۔پھر ایک دن اور بھی ایسا ہی ہوا۔اس وقت بھی لوگ ہنس رہے تھے۔نبی علیہ السلام نے فرمایا:خبردار!اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے،اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے۔(پھر نبی علیہ السلام نے آگے بھی بات بتائی۔ارشاد فرمایا) جب خضرؑ نے موسیٰؑ سے جدا ہونے کا فیصلہ کیا تو موسیٰؑ نے کہا:مجھے کوئی نصیحت کر دیجیے۔خضرؑ نے فرمایا:اے موسیٰ! تم جھگڑے سے بچو،بغیر حاجت کے مت چلو،تعجب کے بغیر مت ہنسو(البتہ کوئی بہت تعجب کی بات ہو اور بے اختیار ہنسی آ جائے تو اور بات ہے)اور تم خطا کاروں اور گنہگاروں کو عار نہ دلاؤ کہ تم نے یہ یہ کرتوت کیے ہیں۔اور اپنے گناہوں پر روئیے۔اور نبی علیہ السلام نے فرمایا:زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔پھر نبی علیہ السلام نے بہت ہی قابل غور بات ارشاد فرمائی۔فرمایا:

☆ جو اپنی جوانی پر ہنسے گا اس کو اپنے بڑھاپے پہ رونا پڑے گا،

☆ جو اپنی غنا (مالداری) پر ہنسے گا اس کو اپنے فقر کے اوپر رونا پڑھے گا، اور

☆ جو اپنی زندگی پر ہنسے گا، اس کو اپنی موت کے اوپر رونا پڑے گا۔

تین آنکھیں قیامت کے دن نہیں روئیں گی:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''تین آنکھیں ایسی ہیں جو قیامت کے دن نہیں روئیں گی (باقی ہر آنکھ کو رونا پڑے گا)۔ایک، وہ آنکھ جو اللہ کی خشیت سے روئی ہو۔ دوسری، وہ آنکھ جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے رک گئی ہو (یعنی غیر محرم کو دیکھنے سے رکی ہو)۔تیسری وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں رات کو جاگی ہو''

قساوتِ قلبی کے تین اسباب:

اور کہا گیا ہے:

''تین چیزیں دل کو سخت کرتی ہیں: بغیر تعجب کے ہنسنا، بغیر بھوک کے کھانا اور بغیر ضرورت کے باتیں کرنا۔''

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی خطاؤں پر اللہ کے سامنے روئیں، تنہائیوں کے اندر، تہجد کے اوراندھیروں میں اللہ کے حضور گڑگڑائیں اور سسکیاں لے لے کے فریاد کریں، تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو جائے۔

اللہ والے کی نصیحت کا اثر:

ایک مرتبہ حسن بصریؒ ایک ایسے نوجوان کے پاس سے گزرے جو ہنس رہا تھا۔انہوں نے اس کو دیکھ کر فرمایا:

يَا بُنَيَّ هَلْ جُزْتَ عَلَى الصِّرَاطِ؟ قَالَ: لَا۔قَالَ: هَلْ تَبَيَّنَ لَكَ إِنَّكَ تَصِيرُ إِلَى

الْجَنَّةِ؟ قَالَ: لَا۔ قَالَ فَفِيمَ الضِّحْكُ؟ فَمَا رُؤِيَ الشَّابُّ ضَاحِكًا بَعْدَ ذٰلِكَ

’’اے بیٹے! کیا تو پل صراط سے گزر چکا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر فرمایا: کیا تجھے اس بات کا پتہ چل گیا ہے کہ تو جنت میں جائے گا؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو پھر فرمایا: پھر یہ ہنسنا کس بات کی وجہ سے ہے؟ (یہ اللہ والے کی نصیحت تھی، اس نے اپنا اثر دکھایا) کہتے ہیں: اس کے بعد وہ نوجوان اپنی پوری زندگی میں ہنستا نظر نہیں آیا۔‘‘

اللہ اکبر! اس نوجوان کے دل میں ایک غم آ گیا کہ مجھے بھی تو پل صراط سے گزرنا ہے، ابھی تو قیامت کے دن کا فیصلہ ہونا ہے۔ جب یہ بات دل میں آ جاتی ہے تو پھر انسان کی ہنسی ختم ہو جاتی ہے۔ پھر غم دل کے اوپر غالب آ جاتا ہے۔

اخلاص سے رونے والے ایسے تھے:

ہمارے اکابر اللہ کی رضا کے لیے روتے تھے اور اپنے رونے کو دوسروں سے چھپایا کرتے تھے۔ پتہ ہی نہیں چلنے دیتے تھے کہ کوئی رو رہا ہے یا نہیں۔ محمد بن واسعؒ کہتے ہیں:

’’میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ آدمی کا اور اس کی بیوی کا سر ایک تکیے کے اوپر ہوتا تھا (دونوں لیٹے ہوئے ہوتے تھے) اس شخص کے آنسو اس کی رخساروں پر بہہ رہے ہوتے تھے لیکن اس کی بیوی کو پتہ ہی نہیں چلتا تھا (نہ آواز نہ کوئی حرکت، بس دل میں غم ہے اور آنسو گر رہے ہیں، اس کو کہتے ہیں اخلاص کا رونا)۔ فرماتے ہیں: میں نے ایسے بندے بھی دیکھے کہ ان میں سے ایک نماز کی صف میں کھڑا ہوتا تھا، اس کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے ہوتے تھے اور ساتھ والے نمازی کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا (کہ یہ رو رہا ہے یا نہیں رو رہا)۔‘‘

نماز کسوف میں نبی رحمت ﷺ کی گریہ وزاری:

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

اِنْکَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَقَامَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ فَقَامَ قِیَامًا فَطَالَ الْقِیَامُ ثُمّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرَّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاسَہٗ، وَ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَاسَہٗ وَ جَلَسَ فَاَطَالَ الْجُلُوْسَ، ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأسَہٗ وَ قَامَ ، فَصَنَعَ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ مِثْلَ مَاصَنَعَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی مِنَ الْقِیَامِ وَالرَّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَالْجُلُوْسِ فَجَعَلَ یَنْفُخُ فِی اٰخِرِ سُجُوْدِہٖ مِنَ الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ وَ یَبْکِیْ وَ یَقُوْلُ: لَمْ تَعِدْنِیْ ھٰذَا وَ اِنَّا فِیْھِمْ،لَمْ تَعِدْنِیْ ھٰذَاوَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُکَ

’’نبی علیہ السلام کے زمانے میں سورج گرہن لگ گیا۔ نبی علیہ السلام نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر صحابہؓ بھی ساتھ کھڑے ہوگئے۔ پھر نبی علیہ السلام نے لمبا قیام کیا۔ پھر رکوع کیا تو وہ بھی لمبا رکوع کیا۔ پھر نبی علیہ السلام نے سر اٹھایا، سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر نبی علیہ السلام نے سر اٹھایا اور جلسہ کیا، لمبا جلسہ۔ پھر دوسرا لمبا سجدہ کیا۔ پھر نبی علیہ السلام نے سر اٹھایا اور دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے۔ نبی علیہ السلام نے پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت میں بھی قیام، رکوع، سجدہ اور جلسہ کیا۔ پھر نبی علیہ السلام رونے لگے۔ اور روتے ہوئے نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ! آپ نے وعدہ نہیں فرمایا ہوا، اور میں تو ابھی ان کے اندر موجود ہوں۔ آپ نے وعدہ نہیں فرمایا ہوا اور ہم استغفار بھی کر رہے ہیں۔‘‘

قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيهِمْ ط وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (الانفال:33)

''اے میرے پیارے حبیب ﷺ! جب تک آپ ان میں ہیں ہم ان کو عذاب نہیں دیں گے اور جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے اس وقت تک بھی عذاب نہیں دیں گے۔''

اللہ کے حبیب ﷺ نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا کہ اے پروردگارِ عالم! آپ نے وعدہ نہیں فرمایا، حالانکہ میں ان میں موجود ہوں۔ آپ نے وعدہ نہیں فرمایا کہ جب تک ہم استغفار کرتے رہیں گے آپ ہمیں عذاب نہیں دیں گے۔

دیکھیے! اللہ کے پیارے حبیب ﷺ بھی سورج کی اس حالت کو دیکھ کر اللہ رب العزت کے عذاب سے کتنا خوف کھاتے تھے۔

نبی رحمت ﷺ بھی رو پڑے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمَّا نَزَلَتْ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ○ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ (النجم:59-60) بَكٰى اَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتّٰى جَرَتْ دُمُوْعُهُمْ عَلٰى خُدُوْدِهِمْ فَلَمَّا سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَكٰى مَعَهُمْ فَبَكَيْنَا بِبُكَائِهٖ: فَقَالَ ﷺ لَا يَلِجُ النَّارَ مَنْ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُصِرٌّ عَلٰى مَعْصِيَةٍ وَلَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَجَاءَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَغْفِرُلَهُمْ

’’جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ○ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ (النجم:59-60) تو اصحاب صفہ اس آیت کو سن کر رو پڑے حتیٰ کہ ان کے آنسوان کے رخساروں پر بہنے لگے۔ پھر جب نبی علیہ السلام نے اصحاب صفہ کو روتے سنا تو اللہ کے نبی ﷺ بھی ساتھ رو پڑے۔ پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا: اس بندے کو جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا جو اللہ کی خشیت کی وجہ سے روئے گا۔ اور جو بندہ اپنے گناہ پر بار بار اصرار کرے گا، ایسے اصرار کرنے والے کو جنت نہیں بھیجا جائے گا۔ اور اگر گناہ نہیں کرو گے تو اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جو گناہ کرے گی اور اللہ سے استغفار کرے گی‘‘۔

رونے کے تین اسباب:

رونا کیسے آتا ہے؟...... یہ بات بھی سن لیجیے تا کہ ہم بھی کوشش کریں کہ ہمیں بھی وہ نعمت حاصل ہو جائے جس سے ہماری آنکھیں بھی نم ہو جائیں۔ علما نے اس کی تین وجوہات لکھی ہیں۔

☆ وہ فرماتے ہیں:

اِذَا قَلَّتْ خَطَايَاهُ سَرَعَتْ دَمْعَتُهُ

’’جب گناہ کم ہوتے ہیں تو آنسو جلدی نکلتے ہیں‘‘

گناہوں نے آنسوؤں کے راستے کو بلاک کیا ہوتا ہے۔ اور جب راستے میں کوئی کچرا پھنسا ہوا ہو تو پھر چیز نہیں آتی۔ یہ گناہوں کا کچرا راستے میں پھنسا ہوتا ہے جس کی وجہ سے آنسو نہیں نکلتے۔ نچوڑنے سے بھی نہیں نکلتے۔ اگر بندہ کوشش کرے کہ میں آنکھوں کو نچوڑ لوں تو پھر بھی نہیں نکلتے۔ ہاں! وہی بندہ اگر سچی توبہ کر لے اور گناہوں کی وہ ظلمت ختم ہو جائے تو خود بخود آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔

☆ پھر دوسرا سبب بیان کرتے ہیں:

مَنْ اَكْثَرَ لِلّٰهِ الصِّدْقَ نَدِيَتْ عَيْنَاهُ

’’جو دل میں نیت کا سچا ہو اس کی بھی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں۔‘‘

جو بندہ نیت کا سچا ہو، یعنی اس کی نیت خالص ہو تو اس کی وجہ سے بھی اس کو رونا آجاتا ہے۔

☆ تیسرا سبب کیا ہے؟ فرمایا:

اِذَا قَرِحَ الْقَلْبُ نَدِيَتْ عَيْنَانِ

’’جب دل مغموم ہوتا ہے تو پھر آنکھوں سے خود بخود آنسو آجاتے ہیں۔‘‘

تو آخرت کے غم کو اپنے دلوں پر سوار کر لیجیے، تا کہ اسی دنیا میں ہماری آنکھوں سے آنسو نکلیں اور ہماری خطائیں ادھر ہی صاف ہو جائیں۔ جی ہاں! یہ خطائیں بھی ڈیلیٹ ہو جاتی ہیں۔ ایک ایک آنسو پچھلے سب گناہوں کو ڈیلیٹ کر دیتا ہے۔

رونے کے بارے میں علما کے اقوال:

اب اس سلسلے میں علما کے اقوال بھی سن لیجیے۔

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَبْكِي فَلْيَبْكِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَتَبَاكِ

’’تم میں سے جو رو سکتا ہے وہ روئے اور جو رو نہیں سکتا وہ رونے والی صورت بنا لے‘‘

ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس بہروپ کو ہی قبول فرما لیں۔ اللہ کو رونا اتنا پسند تو ہے نا۔

☆ ابن عمرؓ قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے:

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (المطففین:6)

''وہ دن جب انسان جہانوں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

تو رونے لگ گئے۔ حتی کہ غش کھا کر گر گئے اور ان کی قرات وہیں پر موقوف ہوگئی اور آگے قرآن پڑھ ہی نہ سکے۔

☆ حضرت عثمان غنیؓ کے ایک غلام کا نام ''ہانی'' تھا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ جنت اور جہنم کے تذکرے سے اتنا نہیں روتے تھے لیکن قبر کو دیکھ کر بہت روتے تھے۔ اس بات کو وہی غلام بیان کرتے ہیں:

''عثمان جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تھے تو رونا شروع کر دیتے حتی کہ اپنی داڑھی کو پکڑ لیتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا: جب آپ کے سامنے جنت اور جہنم کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر رونے لگ جاتے ہیں۔ عثمانؓ نے جواب دیا: نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے، اگر قبر کا معاملہ آسان ہوگا تو اس کے بعد آنے والا معاملہ اور بھی آسان ہوگا اور اگر قبر سے نجات نہ ملی تو اس کے بعد آنے والا معاملہ اور بھی سخت ہوگا۔ عثمانؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا: میں نے قبر سے زیادہ مشکل اور فضیحت والا کوئی دوسرا منظر نہیں دیکھا۔''

کتنے لوگ ایسے ہوں گے کہ جو قبر میں جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی گت بنائیں گے۔

☆ ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

لِيَسْعَكَ بَيْتُكَ وَابْكِ مِنْ ذِكْرِ خَطِيْئَتِكَ وَكُفَّ لِسَانَكَ

''گھر میں رہو، اپنی خطاؤں کو یاد کر کے روؤ اور اپنی زبان کو بند رکھو۔''

☆ابوسلیمان دارانیؒ ایک محدث ہیں۔وہ فرماتے ہیں:

عَوِّدُوْا اَعْيُنَكُمُ الْبُكَاءَ وَ قُلُوْبَكُمُ التَّفَكَّرَ

''اپنی آنکھوں کو رونے کا عادی بناؤ اور دلوں کو سوچنے کا عادی بناؤ۔''

علاماتِ محزون:

سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ جس بندے کے دل پر غم طاری ہوتا ہے اور وہ محزون ہوتا ہے اس کی کچھ علامات ہیں۔فرماتے ہیں:

☆اَلْحُزْنُ اللَّازِمُ اس کے دل کے اوپر حزن غالب ہوتا ہے۔

☆اَلْهَمَّ الْغَالِبُ اس کے اوپر غم غالب ہوتا ہے۔

☆ اَلْخَشْيَةُ الْمُقْلِقَةُ ایسی خشیت ہوتی ہے جو اس کے دل کو بے قرار رکھتی ہے۔

☆ كَثْرَةُ الْبُكَاءِ وہ کثرت کے ساتھ روتا ہے۔

☆اَلتَّضَرُّعَ فِي اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ دن اور رات کے اندر وہ اللہ کے حضور گڑگڑاتا ہے۔

☆اَلْهَرْبُ مِنْ مَوَاطِنِ الرَّاحَةِ راحت کے مقامات سے وہ اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔

☆وَوَجَلَ الْقَلْبِ اور اس کا دل ہر وقت گڑگڑاتا رہتا ہے۔

کیوں؟اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کو جانتا ہے۔

ایک ہی جملے میں نوجوان کی اصلاح:

یہی سری سقطیؒ فرماتے ہیں:

میں نے ایک دفعہ وعظ کیا اور اس میں میں نے ایک فقرہ بولا:

عَجَبًا لِضَعِيفٍ يَعْصِى قَوِيًّا

’’تعجب ہے اس کمزور پر جو قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔‘‘

کہتے ہیں کہ یہ سن کر ایک نوجوان کھڑا ہو گیا۔ اس کا لباس بڑا فاخرانہ اور امیرانہ تھا۔ اس کے علاوہ اس کے ساتھ حشم و خدام بھی تھے۔ وہ اٹھا اور چلا گیا۔

اگلے دن میں بیٹھا تھا کہ وہ میرے پاس اکیلا آیا۔ اس دن اس کے نوکر چاکر نہیں تھے۔ سادہ سا سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ مجھ سے آ کر پوچھنے لگا: کل آپ نے ایک بات کہی تھی۔ میں نے کہا: ہاں۔ پوچھنے لگا: اس کا معنیٰ کیا ہے؟ میں نے کہا: دیکھو! اللہ سے قوی کوئی ہے نہیں اور بندے سے ضعیف بھی کوئی نہیں۔ لہٰذا تعجب ہے اس بندے پر جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس نافرمانی پر سزا دینے کا فیصلہ فرما لیں تو بندے کا کیا بنے گا۔

فرماتے ہیں کہ جب اس نے میری بات سنی تو اس کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے اور کہنے لگا: آج کے بعد میں اپنی زندگی کا رخ بدلتا ہوں اور میں اپنے اس قوی پروردگار کی کبھی نافرمانی نہیں کروں گا۔

پروردگارِ عالم کا شکوہ!!!

عطاؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’میرے بندوں سے کہہ دو کہ تم ان تمام دروازوں کو بند کر لیتے ہو جس سے مخلوق دیکھتی ہے اور اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے میں پروردگار دیکھتا ہوں۔ کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب سے کم درجے کا تم مجھے سمجھتے ہو؟‘‘

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی خطاؤں پر نظر رکھیں اور قیامت کے دن کو سوچا کریں جس میں سے ابھی

ہمیں گزرنا ہے۔ پھر بات سمجھ میں آجائے گی کہ ہمارے اکابر کیوں اتنا رویا کرتے تھے؟ اخلاق الصالحین میں لکھا ہے: ہمارے بعض بزرگ راتوں کو اتنا روتے تھے کہ جس جگہ پر ان کے آنسو گرتے تھے اس جگہ پر گھاس اگ آیا کرتی تھی۔ اللہ اکبر!

رونے کا ایک عجیب سبب:

ایک آدمی بہت روتا تھا۔ اس سے پوچھا: بھئی! تم اتنا کیوں روتے ہو؟ تو وہ کہنے لگا:

’’مجھے یہ بات سوچ کر رونا آتا ہے کہ میں نے جب گناہ کیا تو میں نے اپنے گناہ پر گواہ اس پروردگار کو بنایا جو مجھے سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ نے سزا کو قیامت کے دن تک مؤخر کر دیا اور مجھے قیامت تک مہلت دے دی کہ تم نے اگر رو دھو کے منانا ہو تو منالو۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے اختیار دیا جائے کہ دو باتوں میں سے تو کس بات کو اختیار کرتا ہے، ساری مخلوق کے سامنے تیرا حساب کریں اور پھر تجھے جنت میں بھیج دیں یا تجھے کہا جائے کہ تو مٹی ہو جا، تو میں قیامت کے دن مٹی بن جانے کو اختیار کروں گا۔‘‘

یعنی میں نہیں چاہوں گا کہ میرا نامۂ اعمال ساری مخلوق کے سامنے کھولا جائے۔

اب اس بات کو آپ ذرا یوں سوچیے کہ اگر قیامت کے دن

باپ کا نامہ اعمال اولاد کے سامنے کھولا جائے

ماں کا نامہ اعمال بچوں کے سامنے کھولا جائے

شاگرد کا نامہ اعمال استاد کے سامنے کھولا جائے

پیر کا نامہ اعمال مریدوں کے سامنے کھولا جائے

بڑوں کا نامہ اعمال چھوٹوں کے سامنے کھولا جائے

تو کیا قیامت کے دن ہم اس بات پر آمادہ ہو جائیں گے کہ سب کے سامنے حساب کھولا جائے؟ دل کیا

کہے گا؟ بیوی کبھی برداشت نہیں کرے گی کہ میرا نامۂ اعمال میرے خاوند کے سامنے کھولا جائے۔ وہ کہے گی: یا اللہ! میں خود ہی جہنم میں چلی جاتی ہوں، میرا نامۂ اعمال نہ کھولنا، کیونکہ میں ذلت برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر ہم واقعی اس دن کی ذلت برداشت نہیں کر سکتے تو پھر آج وقت ہے، اپنی خطاؤں پر نادم و شرمندہ ہو کر اللہ کے حضور روئیں اور ان خطاؤں کو اپنے نامۂ اعمال سے بخشوا کر مٹوا لیں۔ آج یہ گناہ آسانی کے ساتھ ڈیلیٹ ہو سکتے ہیں مگر اس کے لیے اس میں احساس ندامت کا ہونا ضروری ہے۔

دل ہلا دینے والی ایک روایت:

قیامت کے دن ذلت و رسوائی کیسے ہو گی؟ اس سلسلے میں بھی ذرا حدیث مبارکہ سن لیجیے۔ اس حدیث پاک کو ابن جوزیؒ رحمۃ جیسے محقق عالم نے بھی بیان کیا۔ وہ روایت حدیث کے معاملے میں بڑے محتاط ہیں۔ تو انہوں نے اپنی کتاب میں یہ بات لکھی ہے۔ ذرا توجہ سے سنیے گا:

''نبی علیہ السلام فرماتے ہیں: مجھے جبرئیل علیہ السلام نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے اتنا ڈرایا، اتنا ڈرایا، اتنا ڈرایا کہ میں رونے لگ گیا۔ میں نے کہا: اے میرے دوست جبرئیل: کیا اللہ رب العزت نے میرے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف نہیں کر دیا؟ یہ بات سن کر جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا: اے محمد ﷺ! قیامت کے دن آپ ہیبت کے ایسے احوال دیکھیں گے کہ آپ قیامت کی مغفرت کو بھول جائیں گے۔ نبی علیہ السلام یہ بات سن کر اتنا روئے کہ آپ ﷺ کے آنسو آپ کی مبارک ریش پر بہنے لگے۔''

اللہ اکبر!

یہ اللہ کے حبیب ﷺ کا معاملہ ہے۔

اللہ کی خفیہ تدبیر سے بچنے کی اتنی فکر!!!

طہارت القلوب میں یہ بات لکھی ہے:

لَمَّا مَکَرَ بِاِبْلِیْسَ لَعَنَهُ اللّٰهُ طَفِقَ جِبْرَائِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ یَبْکِیَانِ

’’جب ابلیس لعنت اللہ کو اللہ نے اپنے دربار سے دھتکار دیا تو جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام نے رونا شروع کر دیا۔‘‘

دھتکارا تو ابلیس کو جارہا ہے اور رونا انہوں نے شروع کر دیا۔

فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِمَا مَا لَکُمَا تَبْکِیَانِ

’’اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا: تم دونوں کیوں روتے ہو؟‘‘

قَالاَ: یَارَبِّ مَانَأَ مَنُ مَکْرَكَ

’’دونوں نے کہا: اے اللہ! ہم آپ کی اس خفیہ تدبیر سے امن میں نہیں ہیں‘‘

یعنی اس ابلیس نے بھی تو ہزاروں سال عبادت کی تھی نا اور ہزاروں سال کی عبادت کرنے کے بعد پھر کیا تدبیر ظاہر ہوئی کہ اس کو دھتکار دیا گیا، لہٰذا اے اللہ! ہم بھی آپ کی خفیہ تدبیر سے امن میں نہیں ہیں۔ جب انہوں نے یہ کہا تو

فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰکَذَا کُوْنَا لَا تَأْمَنَّا مَکْرِیْ

’’اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایسے ہی ہونا چاہیے، تمہیں میری تدبیر سے کبھی امن میں نہیں ہونا چاہیے۔‘‘

یعنی تمہارے اوپر میرا خوف رہنا چاہیے۔ میں جب چاہوں، جس کا حشر جیسا چاہوں کر دوں۔ میرے دوستو! اگر ان کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو ہم کیا چیز ہیں؟ ہماری کیا حیثیت ہے؟

جبرئیلؑ کا اضطراب:

ایک دفعہ جبرائیلؑ نبی علیہ السلام سے ملنے کے لیے آئے۔اس وقت جبرائیلؑ کانپ رہے تھے۔رو رہے تھے۔غلافِ کعبہ کے پاس گئے اور پھر اسے پکڑ کر انہوں نے دعا مانگی:

اِلٰهِیْ وَ سَیِّدِیْ لَاتُغَیِّرْ اِسْمِیْ وَ لَا تُبَدِّلْ جِسْمِیْ

''میرے اللہ! میرے سردار! میرے نام کو نہ بدلنا اور میرے جسم کو نہ بدلنا''

نبی علیہ السلام نے پوچھا: جبرئیل! آج آپ نے یہ کیا دعا مانگی؟ جواب میں جبرائیلؑ کہنے لگے:

''اے اللہ کے نبی ﷺ! جب سے ہم نے شیطان کو دھتکارے ہوئے دیکھا ہے اس وقت سے دل پر اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف ہے کہ میں یہ دعا مانگتا ہوں: اے اللہ! شیطان کا نام عزازیل تھا اور آج اسے ابلیس کہتے ہیں، اے اللہ! تو نے اس کا نام بدل دیا۔پھر اسے اطاعت اور فرمانبردار لوگوں کے زمرے سے نکال کر اسے نافرمانوں کے زمرے میں شامل کر دیا۔(لہٰذا اب میں یہ دعا مانگتا ہوں کہ) اے اللہ! میرا نام نہ بدلنا اور میرے جسم کو فرمانبرداروں کے زمرے سے نکال کر کہیں نافرمانوں میں شامل نہ کر دینا۔''

ہم بھی اللہ رب العزت سے دعا مانگیں: اے کریم آقا! آپ کا در پکڑا ہے، آپ مہربانی فرما دیجیے، ہماری حاضری کو قبول کر لیجیے۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا اضطراب:

یہ وہ غم تھا جو صحابہؓ کو بھی ہر وقت لگا رہتا تھا۔مثال کے طور پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ جن کو نبی علیہ السلام کی مبارک زبان سے جنت میں بیوی ہونے کی خوشخبری مل چکی تھی، وہ رات کو تہجد پڑھتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچتی تھیں:

وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَالَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (الزمر:47)

''اور ان کو اللہ کی طرف سے ایسا معاملہ پیش آئے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں کرتے ہوں گے۔''

تو اس آیت پر رویا کرتی تھیں۔ ساری ساری رات یہ آیت پڑھتی رہتی تھیں۔ ذرا ہم بھی سوچیں کہ جو ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا، اگر ہمارے ساتھ قیامت کے دن ایسا معاملہ پیش آ گیا تو پھر ہمارا کیا بنے گا۔

حضرت عمرؓ کا اضطراب:

صحابہ j جب قرآن پڑھتے تھے تو جو آیتیں کفار کے بارے میں ہوتی تھیں وہ اپنے اوپر چسپاں کر کے رویا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک آیت پڑھی گئی۔

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِىْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (الاحقاف:20)

یہ آیت اگرچہ کفار کے بارے میں ہے، لیکن اسے سن کر عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

کسی نے پوچھا: امیر المومنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا:

''کیا پتہ! کل کہیں عمر کو بھی یہی نہ کہہ دیا جائے!!!''

قیامت کے دن انسانوں کی اسکیننگ:

کل قیامت کا دن ہوگا۔ ہمارے سر پر گناہوں کے انبار ہوں گے۔ وہاں اللہ کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ ایک ایک کو اللہ تعالیٰ دیکھیں گے۔ جیسے ایئرپورٹ پر ایک ایک کو مشین کے ذریعہ سے اسکین کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح ایک ایک بندے کے دل کو اسکین کریں گے۔ کتنے خوش نصیب ہوں گے جو وہاں سے بحفاظت گزر جائیں گے اور ان کو جنت کا دروازہ دکھا دیا جائے گا۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہوں گے جو گزرنے لگیں گے تو ان کے بارے میں کہہ دیا جائے گا:

وَ قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصفت:24)

’’ان کو روک لیجیے، ہم نے ان کا ٹرائل لینا ہے‘‘

یہ صوفی صاحب ہیں، اوپر سے تسبیح، اندر سے میاں کسبی

وَ قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصفت:24)

’’انہیں روک لیجیے، ہم نے ان کی تفتیش کرنی ہے۔‘‘

سوچیے اگر یہی حکم ہمارے بارے میں ہو گیا تو ہمارا کیا بنے گا؟ کہیں گے:

ان حاجی صاحب کو بھی روک لو،

اس طالب علم کو بھی روک لو،

اس عالم کو بھی روک لو،

شکل کیا بنائی ہوئی تھی، اصل کچھ اور تھا، آج دو رنگی سامنے آ گئی، ہماری مشین نے ان کے دل کو اسکین کر لیا۔

ان کے دل میں محبت نہیں

ان کے دل پر شہوت غالب رہتی تھی

شیطانیت غالب رہتی تھی

گندے خیالات غالب رہتے تھے

روک لو ان کو، ہم ذرا ان سے پوچھیں گے، نعمتیں ہم نے دی تھیں، ہماری عبادت میں دل نہیں لگتا تھا، تم کیسی زندگی گزار کے آئے۔

"وَقِفُوْهُمْ"، "روک لو ان کو" اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ "ہم نے ان سے سوال کرنا ہے"

میرے دوستو! آج وقت ہے۔ہم آج اپنے گناہوں پر رو لیں، تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔

ایک انوکھا سفارشی:

حدیث مبارکہ میں ہے، ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب جہنمیوں کو جہنم میں ڈالیں گے تو کئی لوگوں کو تو شفاعت کی وجہ سے نکال لیا جائے گا۔انبیا شفاعت کریں گے، علما کریں گے، شہدا کریں گے، جنتی کریں گے۔حتی کہ کوئی شفاعت کرنے والا باقی نہیں رہے گا۔

ایک جہنمی ایسا ہوگا جس کی پلکوں کا بال اللہ کے حضور سفارش کرے گا۔کہے گا:

یااللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دنیا میں آپ کی محبت میں اور آپ کے خوف کی وجہ سے ایک مرتبہ رویا تھا۔اس رونے کی وجہ سے ایک چھوٹا سا آنسو نکلا تھا جس کی وجہ سے میں تر ہو گیا تھا۔میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بندہ تیرے ڈر کی وجہ سے رویا تھا۔اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو فرمائیں گے: جبرائیل! ندا دے دو کہ پلکوں کے ایک بال کی گواہی کی وجہ سے ہم نے اس جہنمی کو بھی جہنم سے نکال لیا۔

آج گناہوں پر رو لیں:

میرے دوستو! جب قیامت کے دن یہ معاملہ ہوگا تو آج آسان کام ہے، ہم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں پہ روئیں، اپنی خطاؤں پہ روئیں اور آئندہ سچی زندگی گزارنے کی دل میں نیت کر لیں۔اسی لیے کسی نے کہا

بَكَيْتُ عَلَى الذُّنُوْبِ لِعِظَمِ جُرْمِيْ وَ حَقَّ لِكُلِّ مَنْ يَّعْصِي الْبُكَاءِ

فَلَوْ كَانَ الْبُكَاءُ يَرُدُّهُمِّيْ لَاَسْعَدَتِ الدُّمُوْعَ مَعًا دِمَاءُ

اللہ رب العزت ہمیں اپنی خطاؤں پر آنسو بہانے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ اس کو قبول بھی فرما لے۔کہیں کل قیامت کے دن یہ ریا کے آنسو نہ بنا دیے جائیں۔کہنے والے نے کیا ہی اچھی بات کہی:

جیہڑا لطف ہے رون اندر اوہ وچ بیان نہ آوے

رونا دل دی میل اتارے نالے رُٹھڑے یار مناوے

یادِ خدا وچ رون والا کدی دوزخ وچ نہ جاوے

اللہ! ہم پر مہربانی فرما دے۔ہم قیامت کے دن کی ذلت کو برداشت نہیں کر سکتے،دو بندوں کے سامنے کی ذلت ہم سے برداشت نہیں ہوتی، قیامت کے دن آپ کے حبیب ﷺ کے سامنے کی ذلت کیسے برداشت ہوگی۔اے اللہ! ہماری ان خطاؤں کو معاف فرما دیجیے اور ہمیں بھی اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما لیجیے۔اللہ! ان دلوں کو بھی نرم بنا دیجیے تا کہ ان آنکھوں سے بھی ندامت کے آنسو بہنے آسان ہو جائیں۔(آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ